عہدِ نبوی کا تعلیمی نظام

اور موجودہ دور میں اس کی معنویت

پروفیسر ظفر الاسلام اصلاحی

اسلام دینِ رحمت ہے، نبی کریم خاتم النبیین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ رحمۃ للعالمین ہیں اور قرآن کریم، جو آپؐ کے توسط سے لوگوں تک پہنچا، کتاب رحمت ہے۔ ان رحمتوں کا ایک بہت بڑا فیض یہ بھی ہے کہ علم کی قدر و قیمت دوبالا ہوئی، مختلف علوم وفنون کی ترقی کی راہیں ہموار ہوئیں اور تعلیمی سرگرمیاں فروغ پائیں۔ کتاب رحمت نے یہ حقیقت بے نقاب کی کہ اللہ کی نگاہ میں ان لوگوں کا مقام و مرتبہ بہت بلند ہے جو علم کی نعمت سے بہرہ ور ہیں (المجادلۃ :۱۱)، اہل علم کا موازنہ ان لوگوں سے نہیں کیا جا سکتا جو اس قیمتی دولت سے محروم ہیں (الزمر: ۹)، جن لوگوں کو حکمت و دانائی عطا ہوئی وہ خیر کے خزانہ کے مالک بن گئے (البقرۃ: ۲۶۹)، علم میں ترقی کے لیے اللہ رب العزت سے دعا ہر حال میں مطلوب ہے (الکہف: ۱۱۴)۔ قرآن کی اولین نزولی آیات میں علم کے اکتساب اور اس کے فروغ کے بنیادی ذرائع (قراءت و قلم) کا ذکر کر کے قرآن نے خود یہ واضح کر دیا کہ یہ کتنی اہم اور قیمتی نعمت ہے اور اس کو ربِ اکرم کا فضل و کرم بتا کر اس کی قدر و قیمت مزید بڑھا دی گئی۔ قرآن میں مطلق انداز میں علم میں اضافہ کے لیے دعا کی تلقین کی گئی (وَقُلْ رَبِّ زِدْنِی عِلْمًا، طٰہٰ:۱۱۴)۔ نبی کریم ﷺ نے 'علم نافع' کی دعا مانگ کر یہ حقیقت کھول دی کہ اسلام میں کس علم کا اکتساب مطلوب ہے اور نفع بخش علم کو صدقۂ جاریہ قرار دے کر اس کے حصول و استعمال کا رخ متعین کر دیا۔ آپؐ کا یہ فرمان طلبِ علم کا زبردست محرک ہے کہ حکمت و دانائی مومن کی گم شدہ دولت ہے، وہ جہاں بھی مل جائے وہ اس کا زیادہ حق دار ہے۔[1] اسی طرح آپؐ کا یہ قولِ بلیغ اہلِ علم کی عظمتِ شان کا شاہد ہے کہ

''زمین پر عالم کی مثال ایسی ہے جیسے آسمان پر ستاروں کی، جو خشکی وتری میں راہ دکھاتے ہیں۔ اگر یہ ماند پڑجائیں تو راہ نما بھی بھٹک جائیں گے''۔ ۲ تعلیم و تدریس میں مصروف رہنے والوں کا اس سے بڑھ کر اعزاز اور کیا ہوسکتا ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے مسجد نبویؐ میں دو حلقوں کا مشاہدہ کیا: ایک ذکر و دعا میں مصروف تھا اور دوسرا تعلّم وتعلیم میں۔ آپؐ نے دوسرے حلقہ میں یہ کہہ کر شرکت پسند فرمائی کہ ''انَّمَا بُعثت معلما'' (میں تو صرف معلّم بنا کر بھیجا گیا ہوں)۔ ۳

عہد نبویؐ کے تعلیمی نظام کا مطالعہ کرتے ہوئے سب سے اہم حقیقت جو سامنے آتی ہے وہ ہے تعلیم پر سب کا حق تسلیم کرنا اور اس حق کی ادائی کے لیے باقاعدہ اہتمام کرنا۔ موجودہ دور میں نہ صرف برصغیر، بلکہ پوری دنیا میں عوام کے حقِ تعلیم پر بہت زیادہ زور دیا جارہا ہے اور ہر طرف سے یہ آواز اٹھ رہی ہے کہ عوام کا یہ حق تسلیم کیا جائے اور حکومت کی جانب سے ہر شہری کو تعلیم کی سہولتیں فراہم کی جائیں۔ آج سے تقریباً ڈیڑھ ہزار سال قبل حضور اکرم ﷺ نے نہ صرف تعلیم کی ضرورت و اہمیت کا احساس دلایا اور اس کی طرف لوگوں کو راغب کیا، بلکہ مختلف طریقوں سے اس کی اشاعت کا اہتمام فرمایا اور باقاعدہ وسیع پیمانہ پر اس کا نظام قائم کیا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ ایک ایسا تعلیمی انقلاب آیا کہ جو قوم نوشت وخواند سے نابلد تھی وہ علم وفن کی امام بن گئی اور جو لوگ تعلیم سے بے بہرہ تھے وہ معلّم و مودِّب کے فرائض انجام دینے لگے۔ آپؐ کا فرمان کہ علم کا حصول ہر مسلمان پر فرض ہے ۴ محض علم کا شوق دلانے کے لیے نہیں تھا، بلکہ والدین کو اس جانب متوجہ بھی کرنا تھا کہ اولاد کی تعلیم کا اہتمام ان کی ذمہ داری ہے۔ اس لیے اس کے بغیر طلب علم کا فریضہ ادا نہیں ہوسکتا۔ آپؐ نے بڑے موثر انداز میں والدین کو اس جانب راغب کیا۔ فرمایا:

ما نحل والد ولدا من نحل افضل من حسن ادب ۵	والد کی طرف سے اولاد کے لیے بہترین تحفہ یہ ہے کہ وہ انھیں علم وادب سکھائے۔

اس کے علاوہ بعض احادیث سے ان بچوں یا بچیوں کی تعلیم کے اہتمام کی ترغیب ملتی ہے جو کسی کے زیر کفالت ہوں، خاص طور سے کنیزوں کے سلسلہ میں رسول اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ''جس شخص کے یہاں کوئی کنیز ہو، وہ اسے حسن ادب سکھائے اور اسے عمدہ تعلیم دلا کر آزاد کردے تو اسے دوہرا اجر ملے گا''۔ ۶

مساجد میں تعلیم کا نظم

عہد نبوی ﷺ میں تعلیم کی اشاعت کا سب سے اہم ذریعہ مساجد تھیں۔ یہاں عبادت کے ساتھ تعلیم وارشاد کا سلسلہ بھی جاری رہتا تھا۔ مسجد نبوی میں خود نبی کریم ﷺ تعلیم دیا کرتے تھے اور صحابۂ کرام بھی اس نیک کام میں مصروف رہتے تھے۔ آپؐ عام طور پر نماز سے فارغ ہونے کے بعد وہاں بیٹھ جاتے اور صحابہ کرام آپؐ سے قرآن، حدیث اور احکام کی تعلیم حاصل کرتے ۷۔ آپؐ کی تعلیم سے مستفیض ہونے والوں میں مقامی مسلمانوں کے علاوہ مختلف قبائل کے نمائندے اور بیرونی وفود کے لوگ بھی شامل ہوتے تھے۔ مسجد نبوی کے علاوہ مدینہ منورہ میں نو (۹) مساجد اور تھیں۔ ان سب میں بچوں کے لیے تعلیم کا نظام قائم تھا، جس کے تحت قرآن کی تعلیم پر خاص زور دیا جاتا تھا اور لکھنے کی مشق بھی کرائی جاتی تھی ۸۔ ان مساجد میں عام طور پر امام ہی تعلیم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ ضرورت پڑنے پر دوسرے صحابہ بھی اس خدمت کے لیے مقرر ہوتے تھے۔ یہاں یہ بات قابل ذکر ہے کہ مدینہ کی بعض مساجد میں آپؐ کی ہجرتِ مدینہ سے قبل ہی تعلیم کا سلسلہ جاری ہو چکا تھا۔ شہر کے وسط میں تعمیر شدہ مسجد بنی زریق میں حضرت رافع بن مالکؓ معلم کے فرائض انجام دیتے تھے۔ انھیں مدینہ کے اولین معلم و مُقری ہونے کا شرف حاصل ہے ۹۔ مدینہ سے کچھ فاصلہ پر واقع مسجد قبا میں شروع ہی سے درس و تدریس کا نظم قائم تھا۔ اس میں حضرت سالم مولی ابو حذیفہؓ امامت کرتے تھے اور معلم کی خدمت بھی انجام دیتے تھے ۱۰۔ خاص بات یہ کہ مختلف مساجد میں تعلیم کا جو نظام چلتا تھا یا صحابہ کرام کے درس کے جو حلقے قائم تھے، نبی کریم ﷺ بذاتِ خود ان کی نگرانی کرتے تھے اور بعض اوقات ان میں شریک ہوکر شرکاء کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔ مسجد قبا کے بارے میں بیان کیا جاتا ہے کہ آپؐ وقتاً فوقتاً وہاں تشریف لے جاتے اور اس کے مدرسہ کی دیکھ بھال کرتے ۱۱۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف فرما ہوئے، دیکھا کہ تعلیم دین کا ایک حلقہ قایم ہے، ایک صحابی قرآن پڑھا رہے ہیں، باقی لوگ سن رہے ہیں۔ قاری نے آپؐ کو دیکھا تو رک گئے اور آپ کو سلام کیا۔ آپؐ اس مجلس

میں بیٹھ گئے اور ہاتھ سے پڑھائی جاری رکھنے کا اشارہ کیا، مزید براں آپؐ نے اس اندازِ تعلیم پر مسرت ظاہر کی ۔۱۲؎

مساجد میں تعلیم کا جو نظام قائم ہوا اس سے اصلاً مقصود یہ تھا کہ مقامی سطح پر تعلیم کی ضروریات پوری ہوتی رہیں، طلبہ کو بہ آسانی تعلیم کی سہولتیں مہیا ہوں اور ہر شخص کو تعلیم کے لیے مرکزی مسجد کا قصد نہ کرنا پڑے۔ یہ نکات بعض احادیث سے اخذ ہوتے ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حکم دیا کہ اپنے اپنے محلّہ کی مسجد میں اپنے ہم سایوں سے تعلیم حاصل کرو۱۳؎۔ اس دور کے لحاظ سے مقامی سطح پر تعلیم کو رواج دینے کی یہ ایک موثر تدبیر تھی۔ تعلیم کو عام کرنے کے سلسلہ میں آپؐ کا یہ فرمان بڑا معنیٰ خیز ہے کہ ''ان پڑھ اپنے پڑوسیوں سے تعلیم حاصل کریں اور تعلیم یافتہ اپنے پڑوسیوں کو پڑھائیں۔ ایک دوسرے کو بری باتوں سے منع کریں اور اچھی باتوں کا حکم دیں'' ۱۴؎۔ تعلیم کے میدان میں تمام تر ترقیوں اور تعلیم کی اشاعت کے لیے بے پناہ وسائل کے باوجود دنیا آپؐ کے اس پُر حکمت قول کی مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

تدریس کے انفرادی مراکز

نبی کریم ﷺ کی رہ نمائی میں تعلیم کا دوسرا نظام جو جاری ہوا وہ تدریس کے انفرادی مراکز تھے۔ متعدد صحابہ نے اپنے گھروں میں درس و تدریس کا سلسلہ قایم کر رکھا تھا۔ یہ حضرات بنیادی طور پر قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے اور دین کے ضروری مسائل کی وضاحت فرماتے۔ کسی خاص فن میں انھیں اختصاص ہوتا تو وہ اسے خصوصی طور پر سکھاتے تھے اور جو لکھنا جانتے تھے وہ اس کی مشق کراتے تھے۔ سرزمین مکہ میں دارِ ارقم سے انفرادی درس گاہ کا یہ سلسلہ شروع ہوا تو مدنی زندگی میں اس کو اور وسعت ملی۔ اس ضمن میں خاص طور سے حضرت سعد بن خیثمہؓ، حضرت رافعؓ بن مالکؓ، حضرت اسعدؓ بن زرارہ، حضرت ابیؓ بن کعب، حضرت ابو ہریرہؓ، حضرت جابر بن عبداللہؓ، حضرت سعید بن العاصؓ، حضرت عائشہؓ، حضرت شفاءؓ بنت عبداللہ عدویہ کے مکانات پر جاری رہنے والی تعلیمی سرگرمیاں بہت معروف ہیں۱۵؎۔ ان میں حضرت اسعد بن زرارہؓ کی درس گاہ خاص امتیاز رکھتی تھی، جس کا فیض ہجرتِ مدینہ سے پہلے جاری ہوگیا

تھا۔ اسی درس گاہ میں نبی کریم ﷺ کے مقرر کردہ معلّمین حضرت مصعب بن عمیرؓ اور حضرت عبداللہ بن امّ مکتومؓ نے درس و تدریس کا سلسلہ قائم کیا اور قرآن و سنت کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی، جیسا کہ اس درس گاہ کے ایک فیض یافتہ حضرت براء بن عازبؓ نے اپنا تجربہ بیان کیا ہے کہ ''یہ تعلیم گاہ قرآن و سنت کی تعلیم کا مرکز تھی۔ میں نے اس میں علم حاصل کیا اور سب سے پہلے قرآن پڑھا''۱۶۔ حضرت ابی بن کعبؓ کی درس گاہ حفظ، قراءت اور قرآن کریم کی تشریح و ترجمانی کے لیے مشہور تھی۔ یہ دارالقراء کے نام سے جانی جاتی تھی۔ مدینہ کے علاوہ دوسرے مقامات سے بھی طلبہ جوق در جوق آتے اور ان سے فیض اٹھاتے تھے۱۷۔ صحابیات میں ام المومنین حضرت عائشہؓ کی درس گاہ سب سے مشہور تھی، جو حجرۂ نبوی سے ملحق واقع تھی۔ اس درس گاہ سے فیض یاب ہونے والوں میں عورتیں، بچے اور بڑے سب شامل تھے۔ وہ قرآن و حدیث کی تعلیم کے علاوہ فقہی مسائل بڑی تفصیل سے بیان کرتیں اور اسرار شریعت کی وضاحت فرماتیں۱۸۔ تعلیم کی اشاعت میں ان کی ایک اور اہم خدمت یہ تھی کہ وہ بچوں اور بچیوں (خاص اپنے اعزہ کی اولاد) کو اپنی زیرتربیت رکھتی تھیں اور انھیں اچھی طرح تعلیم و تربیت سے آراستہ کرتی تھیں۔

صفۂ نبوی

عہد نبویؐ میں مدینہ میں تعلیم کا تیسرا اہم نظام درس گاہِ صفہ کی صورت میں جاری ہوا۔ یہ اجتماعی تعلیم و تربیت کا ایک عظیم مرکز تھا، جہاں تعلیم بالغان کا خصوصی اہتمام تھا۔ اسے عہد اسلام کا اولین اقامتی ادارہ بھی کہا جاتا ہے۔ اس کے معلّم اعظم خود نبی کریم ﷺ تھے۔ آپؐ کی رہ نمائی میں اکابرِ صحابہ بھی علمی ضیا پاشیوں میں مصروف رہتے تھے اور دوسروں کو تعلیم سے بہرور کرنے میں پوری طرح منہمک رہتے تھے۔ اس درس گاہ کی انفرادیت یہ تھی کہ یہ مختلف کاموں میں مصروف رہنے والوں کی تعلیمی ضروریات پوری کرتی تھی، اس لیے کہ یہاں رات دن پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ یہاں کے متعلمین میں بہت سے ایسے حضرات بھی تھے جو اپنی گھریلو مصروفیات جاری رکھتے تھے اور وقت نکال کر آپؐ

کے اس مثالی تعلیمی و تربیتی نظام سے فیض بھی اٹھاتے تھے۔ اس درس گاہ سے تعلیم کا ایک دوسرا انوکھا سلسلہ یہ جاری ہوا کہ بعض اصحابِ کرام مسجد نبویؐ سے دوری یا کسی مصروفیت کی وجہ سے روزانہ صفہ حاضر نہیں ہو سکتے تھے تو وہ اپنے کسی رفیق درس سے یہ طے کر لیتے کہ ایک دن وہ صفہ میں حاضر ہوں گے، دوسرے دن ان کے رفیق وہاں شریک تعلیم رہیں گے، تاکہ وہ ایک دوسرے سے غیر حاضری کے دن کی تعلیم کی تلافی کرتے رہیں اور فیضان نبویؐ کی برکات سے محرومی نہ رہے۔ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت عتبان بن مالکؓ کے مابین اس طرح کا ایک خوش گوار معاملہ بہت مشہور ہے[۱۹]۔ اس مرکز تعلیم کے طلبہ کی دوسری جماعت وہ تھی جس نے دینی تعلیم کے لیے اپنے آپ کو وقف کر رکھا تھا۔ وہ یہیں شب و روز بسر کرتے اور صحبت نبویؐ سے فیض یاب اور تعلیم و تعلیم میں مصروف رہتے۔ دن میں یہ جگہ ان کی تعلیم گاہ ہوتی اور رات میں یہی ان کی اقامت گاہ بن جاتی۔ ان طلبہ کے قیام و طعام کا پورا نظم قایم تھا، جس کی نگرانی خود نبی کریم ﷺ فرماتے تھے اور صحابہ کرام انھیں تعاون دینے میں خوشی محسوس کرتے تھے۔ قرآن و حدیث کی تعلیم اور مسائل شریعت کی تفہیم کے ساتھ اس درس گاہ میں لکھنا بھی سکھایا جاتا تھا۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے انھیں صفہ میں قرآن کی تعلیم اور کتابت سکھانے پر مامور کیا تھا[۲۰]۔ حضرت زید بن ثابتؓ، حضرت عبداللہ بن سعیدؓ اور حضرت سعد بن عبادہؓ بھی فن کتابت سکھاتے تھے[۲۱]۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق اصحاب صفہ میں بہت سے لوگوں کے لیے رات میں درس و تدریس کا وقت مقرر تھا۔ اس طرح یہ درس گاہ شبینہ تعلیم گاہ کا بھی کام دیتی تھی[۲۲]۔ اس درس گاہ کے فیض یافتگان میں زراعت و تجارت پیشہ لوگ تھے اور غریب، نادار اور ایسے بے سہارا بھی جن کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ تعلیم و تربیت کے اس عظیم مرکز کی سرگرمیوں کی جو تفصیلات ملتی ہیں ان سے طلب علم کے وفورِ شوق، تعلیم کے فروغ میں حد درجہ انہماک اور تعلیم بالغان کے حسن انتظام کے ایسے نادر نمونے سامنے آتے ہیں، جن میں جدید دور کے طلبہ، اساتذہ اور تعلیمی اداروں کے منتظمین کے لیے بہت قیمتی سبق ملتا ہے اور تعلیم کے میدان میں آج بھی یہ بہترین مشعل راہ ثابت ہو سکتے ہیں۔

بچوں کی تعلیم

اس میں شبہ نہیں کہ تعلیم کے باب میں بچوں کی تعلیم بنیادی اہمیت رکھتی ہے۔ بچپن کا زمانہ ذہنی تربیت، علمی صلاحیت کی نشو ونما اور اخلاق و عادات کی تعمیر کا ہوتا ہے۔ اسی لیے یہ قول بہت مشہور ہے کہ بچپن میں جو کچھ پڑھایا جاتا ہے وہ دل و دماغ میں نقش ہوجاتا ہے۔ اس بات کے واضح ثبوت موجود ہیں کہ عہد نبویؐ میں بچوں کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دی گئی۔ یہ بات بڑی اہم ہے کہ نبی کریم ﷺ کی ہدایت تھی کہ بچہ کی پیدائش کے بعد اس کے کان میں سب سے پہلی جو آواز پڑے وہ اذان کے الفاظ ہوں۔ یہاں یہ واضح رہے کہ اُس زمانہ میں مساجد میں تعلیم کا جو نظام جاری ہوا اس میں بچوں کی تعلیم کا خاص اہتمام تھا۔ انھیں سب سے پہلے قرآن کریم پڑھایا جاتا تھا، پڑھنے لکھنے کی مشق کرائی جاتی تھی اور احادیث نبوی اور انبیاء کرام کے قصے بھی سنائے جاتے تھے۲۳۔ بعض جدید اسکالرس نے امام سیوطیؒ کی کتاب 'جمع الجوامع' کے حوالہ سے یہ ذکر کیا ہے کہ بچوں کو نماز پڑھنے کا طریقہ بتایا جاتا تھا اور انھیں نشانہ بازی و پیراکی بھی سکھائی جاتی تھی۲۴۔ بچوں کی تعلیم کی اہمیت اس سے واضح ہوتی ہے کہ آں حضرت ﷺ نے اسیرانِ بدر کا یہ فدیہ قرار دیا کہ وہ انصار کے بچوں یا کم عمر لڑکوں (غلمان) کو تعلیم دیں اور خاص طور سے انھیں لکھنا سکھائیں۔۲۵

مسجد نبویؐ میں نبی کریم ﷺ نے تعلیم و تذکیر کا جو مستقل سلسلہ جاری کیا اس میں بچوں یا کم سن صحابہ کی تعلیم کے لیے کوئی الگ سے نظم تو نہیں تھا، لیکن اس امر کے واضح ثبوت ملتے ہیں کہ کم سن صحابہ بھی آپؐ کی مجلس میں شریک ہوتے تھے۔ آپؐ انھیں قرآن کی تعلیم دیتے، روزمرہ زندگی سے متعلق اپنے ارشادات عالیہ سے نوازتے یا دین کے مسائل واضح فرماتے۔ وہ ان سب سے مستفیض ہوتے تھے۔ آپؐ کی مبارک مجلس کے شرکاء میں متعدد ایسے صحابہ کا ذکر ملتا ہے جن کی عمر آٹھ (۸) سے پندرہ (۱۵) برس کے درمیان تھی۔ ان میں حضرت حسین بن علیؓ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ، حضرت انس بن مالکؓ، حضرت عمر بن ابی سلمہؓ، حضرت عبداللہ بن زبیرؓ اور حضرت ابوسعید خدریؓ کے اسماء گرامی شامل ہیں۔ امام بخاریؒ نے اپنی صحیح میں بچوں کو قرآن پڑھانے کا باقاعدہ ایک باب (باب تعلیم الصبیان القرآن) قائم کیا ہے۲۶۔

نبی کریم ﷺ کی تعلیمی و تربیتی مجلس کے حاضرین میں ایک کم سن صحابی کی ایک دلچسپ روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ آپؐ نے حاضرین سے پوچھا: بتاؤ وہ کون سا درخت ہے جس کے پتے نہیں جھڑتے اور وہ مومن سے مشابہت رکھتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ میرے ذہن میں آیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے، لیکن کم سنی کی وجہ سے میں خاموش رہا اور جواب دینے کی جرأت نہ کرسکا۔ بعد میں نبی کریم ﷺ نے خود اس کا جواب دیا کہ یہ کھجور کا درخت ہے۔ راوی کے بقول انھیں زندگی بھر حسرت رہی کہ کاش انھوں نے اس وقت جرأت کرکے اپنا خیال ظاہر کردیا ہوتا[۲۷]۔ اسی طرح حضرت سمرہ بن جندبؓ بیان کرتے ہیں کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے زمانہ میں کم سن لڑکے تھے اور آپؐ کی مجلس میں احادیث سن کر یاد کرتے تھے، مجلس میں ان سے زیادہ عمر والے لوگ ہوتے تھے، اس لیے وہ بات نہیں کرسکتے تھے[۲۸]۔ حضرت جندب بن عبداللہ بجلیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہم نبی کریم ﷺ کے زمانہ میں لڑکے (غلمان) تھے۔ پہلے ہم نے ایمان سیکھا، پھر قرآن پڑھا، جس کی وجہ سے ہمارا ایمان پختہ ہوگیا[۲۹]۔ بعض روایات سے یہ ثبوت بھی ملتا ہے کہ دور دراز مقامات سے جو وفود دین کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے مدینہ آتے تھے ان میں بڑوں کے ساتھ بچے بھی ہوتے تھے اور وہ بڑے شوق سے علم دین حاصل کرتے تھے[۳۰]۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بچپن ہی سے علم کے شائق تھے۔ کم سنی میں اسلام قبول کرنے کے بعد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ مجھے تعلیم سے نوازیے۔ آپؐ نے ان کی درخواست کو شرفِ قبولیت بخشا اور وہ اسی روز سے آپؐ سے قرآن کی تعلیم حاصل کرنے لگے۔[۳۱]

عہد نبوی میں صحابۂ کرام کا قرآن سے اتنا غیر معمولی شغف تھا کہ وہ اٹھتے بیٹھتے، چلتے پھرتے، حضر و سفر، ہر جگہ قرآن پڑھتے اور سناتے رہتے تھے۔ بہت سے لوگ، جن میں بعض اوقات غیر مسلم بچے بھی ہوتے تھے، ان سے قرآن سن کر یاد کرلیتے تھے۔ اس سلسلہ میں بعض دلچسپ واقعات بیان کیے جاتے ہیں۔ حضرت عمرو بن سلمہؓ کا گھر ایک عام راستہ پر چشمہ کے کنارے تھا، جہاں مسافر آتے جاتے آرام کرتے تھے۔ وہ وہاں لڑکوں کے ساتھ کھیلا کرتے تھے۔ مسلمان ہونے سے پہلے وہ ابھی چھ سات سال کے تھے کہ انھوں نے مسلم

مسافروں سے قرآن سن کر کچھ سورتیں یاد کرلی تھیں۔ بعد میں جب ان کا قبیلہ اسلام لایا تو انہی کم سن صحابی کو نماز میں امام بنایا جاتا تھا، اس لیے کہ اپنے خاندان میں انہی کو قرآن کا سب سے زیادہ علم حاصل تھا۳۲۔ ہجرت کے بعد جب نبی کریم ﷺ مدینہ تشریف لائے اس وقت حضرت زید بن ثابتؓ گیارہ برس کے تھے۔ قبول اسلام کے بعد انہیں آپؐ کی خدمت میں پیش کیا گیا تو ان کا تعارف اس طور پر کرایا گیا کہ انھیں سولہ(۱۶) سورتیں یاد ہیں۔ آپؐ نے اس پر بڑی مسرت کا اظہار کیا۳۳۔ یہ وضاحت نہیں مل پائی کہ انھوں نے کس سے قرآن پڑھا تھا۔ اس امکان سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ یہ مدینہ کے اولین معلّمین یا ان کے تربیت یافتہ انصار سے فیض یاب ہوئے ہوں۔

عورتوں کی تعلیم

عہد نبویؐ کی تعلیمی سرگرمیوں کا تیسرا اہم پہلو عورتوں کی تعلیم پر توجہ اور اس کا اہتمام تھا۔ نبی کریم ﷺ نے طلب علم کی جو رغبت دلائی اور مختلف انداز میں اشاعتِ تعلیم کی جو اہمیت واضح کی وہ مرد و زن کی تفریق کے بغیر سب کے لیے ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: ”جس شخص کی تین لڑکیاں ہوں، وہ ان کی پرورش کرے، انھیں ادب سکھائے یعنی تعلیم و تربیت دے، پھر ان کا نکاح کردے اور ان کے ساتھ اچھا برتاؤ کرے اسے جنت نصیب ہوگی“ ۳۴۔ نبی کریم ﷺ نے خود اپنے گھر کی عورتوں کی تعلیم و تربیت میں خصوصی دلچسپی لی اور دوسروں میں بھی اس کے لیے تحریک پیدا کی۔ آپؐ نے مدینہ میں جو اسلامی نظام تعلیم قائم کیا اس میں قرآن کی تعلیم ہر مرد و زن اور چھوٹے بڑے کے لیے لازمی تھی۔ مختلف مساجد یا اس سے ملحق مکاتب میں ابتدائی تعلیم کا جو نظم جاری ہوا اس سے بچے اور بچیاں دونوں فائدہ اٹھاتی تھیں۔ حقیقت یہ ہے کہ آپؐ نے خواتین کی تعلیم کا آغاز اپنے گھر سے کیا۔ حضرت عائشہؓ قرآن و حدیث کی عالمہ تھیں، اسرارِ شریعت سے بخوبی واقف تھیں، شعر و ادب اور علم انساب پر ان کی گہری نظر تھی۔ ان کا مسکنِ مبارک تعلیم و مذاکرہ کا مرکز ہونے کی وجہ سے دارالعلوم بن گیا تھا۔ پہلے ان کے والد محترم حضرت ابوبکر صدیقؓ نے ان کی تعلیم و تربیت کی، پھر کاشانۂ نبوت سے

منسلک ہونے کے بعد ان کے علم و فضل کو چار چاند لگ گئے، یہاں تک کہ بڑے بڑے صحابہ ان سے رجوع کرتے تھے[۳۵]۔ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ بھی مختلف علوم، بالخصوص علم حدیث میں مہارت رکھتی تھیں۔ اس میں بھی نبی کریم ﷺ کی تعلیم و تربیت کا فیض تھا۔ حضرت حفصہؓ کی تعلیم میں آپؐ کی دلچسپی کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ آپؐ نے حضرت شفاء بنت عبداللہؓ سے فرمایا تھا کہ وہ انھیں خاص طور سے لکھنا سکھا دیں[۳۶]۔ حضرت فاطمہ زہراؓ کی پرورش و تربیت بیت النبیؐ کے مبارک ماحول میں ہوئی۔ ام المومنین حضرت خدیجہؓ ان کی تعلیم و تربیت پر خاص توجہ دیتی تھیں۔ حضور اکرم ﷺ تا حیات ان کی تربیت فرماتے رہے۔

بعض واقعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ عورتوں کی تعلیم کا سلسلہ انفرادی طور پر مکی زندگی ہی میں شروع ہو چکا تھا۔ یہ واقعہ بہت مشہور ہے کہ حضرت خباب بن ارتؓ حضرت عمرؓ کی بہن اور بہنوئی کو ان کے گھر پر قرآن پڑھایا کرتے تھے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض صحابہ مسلمانوں کے گھروں پر قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ ہجرتِ مدینہ کے بعد جب آپؐ نے اس شہر مقدس میں تعلیم و تربیت کا نظام وسیع پیمانہ پر قایم کیا اور مسجد نبویؐ میں روزانہ آپؐ کی تعلیم و تذکیر کا سلسلہ جاری ہوا، جس سے صحابہ کرام مستفیض ہوتے تھے تو صحابیات میں بھی دین کی تعلیم حاصل کرنے اور احکام و مسائل سمجھنے کا شدید شوق پیدا ہوا۔ انھوں نے آپؐ سے خاص طور پر خواتین کو دینی تعلیم دینے اور دین کے احکام سکھانے کے لیے ایک دن مقرر کرنے کی فرمائش کی۔ آپؐ نے ان کی درخواست کو قبول فرمایا اور ان کی تعلیم و تذکیر کے لیے ایک دن مخصوص کر دیا۔ آپؐ مقررہ دن پر انھیں قرآن و حدیث کی تعلیم دیتے اور روزمرہ زندگی میں دین کے احکام و مسائل سے بھی انھیں واقف کراتے۔ صحابیاتؓ مسائل کو مزید سمجھنے کے لیے آپؐ سے سوالات بھی کرتی تھیں، جن کے آپؐ جواب عنایت فرماتے[۳۷]۔ کبھی کوئی استفسار عورتوں کے مخصوص مسائل سے متعلق ہوتا تو آپؐ ازواجِ مطہرات کے توسط سے ان کا جواب عنایت فرماتے[۳۸]۔ ان تمام باتوں سے یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ عورتوں کی عام تعلیم کے علاوہ انہیں فقہی مسائل سے واقف کرانے کا اہتمام ضروری ہے۔ اس سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ عورتوں کے مخصوص مسائل کو سمجھنے سمجھانے کے لیے ان کا تعاون حاصل کرنا نہ صرف مناسب،

بلکہ ضروری ہے۔ یہ ضرورت ایک دوسری ضرورت کی طرف متوجہ کرتی ہے اور وہ ہے خواتین کی بہتر تعلیم و تربیت کا اہتمام۔ جدید دور میں خواتین کی دینی تعلیم کے اہتمام کے علاوہ بعض جدید علوم بالخصوص میڈیکل سائنس کے علم امراض نسواں (Gynaecology) اور علم الولادت (Obstatrics) میں ان کی مہارت کی ضرورت وافادیت دن بہ دن بڑھتی جا رہی ہے۔ یہاں یہ وضاحت بھی اہمیت سے خالی نہ ہوگی کہ رسول اکرم ﷺ نے نہ صرف خواتین کی تعلیم و تربیت پر زور دیا، بلکہ ان میں تعلیم کی اشاعت کے لیے بھی تحریک پیدا کی، خاص طور سے خواتین کو پڑھانے لکھانے کی ترغیب دی۔ معلّمہ کی حیثیت سے حضرت عائشہؓ اور حضرت ام سلمہؓ کی خدمات بہت معروف ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت ام درداءؓ، حضرت شفا بنت عبداللہؓ، حضرت ام کلثوم بنت عقبہؓ اور حضرت عائشہ بنت سعدؓ بھی علم کی اشاعت میں دلچسپی لیتی تھیں۳۹۔

وفود کی تعلیم و تربیت

حضور اکرم ﷺ کے تعلیمی نظام کا چوتھا اہم پہلو بیرون مدینہ سے آنے والے لوگوں کی تعلیم و تربیت کا اہتمام تھا۔ یہ لوگ عام طور پر نو مسلم ہوتے، جو اپنے قبائل کے نمائندہ کی حیثیت سے وفد کی صورت میں دین کا علم حاصل کرنے کے لیے مدینہ حاضر ہوتے، یا غیر مسلم ہوتے جو اسلامی عقاید و تعلیمات کو جاننے اور سمجھنے کے لیے مدینہ آتے۔ آپ ؐ تعلیم و تربیت کے علاوہ ان کے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا نظم بھی فرماتے۔ بعض اوقات کسی صحابی یا صحابہ کی جماعت کو ان کی تعلیم و تربیت پر مامور فرما دیتے۔ واپسی کے وقت آپ ؐ وفد کے ارکان کو تلقین فرماتے کہ وہ اپنی قوم میں جا کر دینی تعلیم کی اشاعت کریں۔ اگر وہ اپنے علاقہ میں معلم بھیجنے کی درخواست کرتے تو آپ ؐ اس کا نظم فرماتے۔ اس بات کو چند واقعات سے واضح کیا جا سکتا ہے۔ جب بحرین کا وفد عبدالقیس مدینہ حاضر ہوا اور یہ طلب ظاہر کی کہ انھیں دین کی باتیں سکھائی جائیں تو نبی کریم ﷺ نے انھیں بنیادی عقائد، فرض عبادات اور ضروری احکام کی تعلیم دی اور انھیں واپس جا کر اپنے لوگوں کو ان باتوں کے سکھانے کی ہدایت دی۔ بعد میں انھیں انصار کے سپرد کیا کہ وہ ان کے کھانے پینے کے انتظام کے ساتھ انھیں تعلیم بھی دیتے رہیں۔ آپ ؐ کے

دریافت کرنے پر وفد کے لوگوں نے جو تاثرات بیان کیے ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن وسنت کی تعلیم پر خصوصی توجہ دی گئی تھی۴۰۔ حضرت مالک بن الحویرثؓ اپنے قبیلہ کے لوگوں کے ساتھ تقریباً تین ہفتہ مدینہ میں مقیم رہے اور آپؐ کے دامنِ تربیت سے وابستہ ہوکر دین کی باتیں سیکھتے رہے۔ واپسی کے وقت آپؐ نے انھیں نماز کی تاکید کے ساتھ یہ نصیحت کی کہ انھوں نے جو کچھ دینی تعلیم حاصل کی ہے اس سے اپنے گھر کے لوگوں کو بھی روشناس کریں گے۴۱۔ ملوکِ کندہ کا وفد مدینہ پہنچ کر مشرف باسلام ہوا اور کچھ عرصہ وہاں مقیم رہ کر حضرت سعد بن عبادہؓ سے دین کی تعلیم حاصل کرتا رہا۔ بنوتمیم کا وفد (جوستر (۷۰) سے زیادہ افراد پر مشتمل تھا) حضورﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کافی دنوں تک مقیم رہ کر دینی تعلیم سے فیض یاب ہوا۔ اسی طرح طائف کے وفد ثقیف، وفد غامد اور وفد خولان کے مدینہ آنے پر آپؐ نے ان کے لیے قرآن و سنت کی تعلیم کا اہتمام فرمایا۴۲۔ یہاں یہ بھی واضح رہے کہ مختلف مقامات سے علم دین کی طلب میں مدینہ آنے والوں کے اعزاز و کرام میں صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے نبی کریمﷺ نے فرمایا تھا کہ ”دور دراز علاقوں سے لوگ علم حاصل کرنے کے لیے تمھارے پاس آئیں گے۔ جب وہ آئیں تو تم ان کے ساتھ خیر کا معاملہ کرنا“۴۳۔ اسی ضمن میں یہ ذکر بھی بے موقع نہ ہوگا کہ جب بھی کوئی مسلمان ہجرت کرکے مدینہ کا قصد کرتا تو نبی کریمﷺ اس کی دینی تعلیم پر خصوصی توجہ دیتے اور کسی صحابی کو اس خدمت پر مامور فرماتے۔ حضرت عبادہ بن صامتؓ کی ایک روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان نو وار دین کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔۴۴

بیرونی علاقوں میں معلمین کا تقرر

تعلیم کی اشاعت میں نبی کریمﷺ کی مثالی خدمات کا پانچواں اہم پہلو دارالاسلام کے باہر مختلف علاقوں اور قبائل میں تعلیم کا اہتمام اور اس مشن پر معلمین کی تقرری ہے۔ سب سے پہلے صحابی، جنھیں نبی کریمﷺ نے مکے کے باہر معلم کی حیثیت سے مقرر فرمایا، حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے۔ انھیں بیعت عقبہ اولیٰ کے بعد مدینہ کے نو مسلموں کی درخواست پر مدینہ بھیجا گیا تھا، تاکہ وہ انھیں قرآن کریم کی تعلیم دیں اور دین کی باتیں سکھائیں۴۵۔ بعد میں

حضرت عبداللہ بن امّ مکتومؓ بھی اس کام پر مامور ہوئے۔ ان حضرات نے نہ صرف یہ کہ دینی تعلیم سے لوگوں کو بہرہ ور کیا، بلکہ اسلام کی تبلیغ کی خدمت بھی انجام دی، جس کے بڑے خوش گوار نتائج برآمد ہوئے۔ ان کا قیام حضرت اسعد بن زرارہؓ کے مکان پر تھا، جس کی حیثیت مدینہ کے اولین تعلیمی و تبلیغی مرکز کی ہوگئی تھی۔ خاص بات یہ کہ وہ انصار کے گھروں میں جاجا کر تعلیم دیتے تھے[۴۶]۔ اس سے اس عہد مسعود میں عام لوگوں میں تعلیم کی ترویج کا ایک مزید ثبوت ملتا ہے۔ جدیلہ کے کچھ مسلمان مدینہ آئے اور نبی کریم ﷺ سے درخواست کی کہ ان کے یہاں ایسے لوگ بھیجے جائیں جو انھیں قرآن پڑھائیں اور دین کے مسائل سکھائیں۔ آپؐ نے چھ صحابہ کی ایک جماعت ان کے ساتھ روانہ فرمائی، جس کے امیر حضرت مرثد بن ابی مرثدؓ تھے[۴۷]۔ اسی طرح یمن کے کچھ لوگ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور دین کی تعلیم اور قرآن کے مطابق فیصلہ کرنے کے لیے کسی کو بھیجنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے ان امور کی انجام دہی کے لیے حضرت علیؓ کو مامور فرمایا[۴۸]۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ کی روایت کے مطابق نبی کریم ﷺ نے انھیں اور حضرت معاذ بن جبلؓ کو قرآن مجید کی تعلیم کے لیے یمن بھیجا تھا[۴۹]۔ یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ نجد کے بعض قبائل کی فرمائش پر آپؐ نے وہاں قرآن کی تعلیم اور اسلام کی دعوت کے لیے ستّر (۷۰) قراء (قرآن کے عالم) بھیجے تھے، لیکن ان لوگوں نے بدعہدی اور غدّاری کرکے ان تمام کو بیرمعونہ کے پاس شہید کردیا[۵۰]۔ ہجرت کے بعد بھی حضور اکرم ﷺ نے مکہ کے مسلمانوں کی تعلیم کا اہتمام باقی رکھا۔ حضرت معاذ بن جبلؓ کو وہاں خاص طور سے لوگوں کو قرآن کی تعلیم دینے کی خدمت سپرد کی تھی[۵۱]۔

نبی کریم ﷺ نے نہ صرف یہ کہ مختلف علاقوں میں لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے اپنے معلّم مقرر فرمائے، بلکہ دوٗر دراز علاقوں میں تعلیمی نظام کی دیکھ بھال کے لیے نگراں یا ناظرِ تعلیمات متعین کیے۔ اس کام کے لیے آپ بسا اوقات صوبہ کے گورنروں کو مامور فرماتے تھے۔ کم از کم یمن کے گورنر حضرت عمرو بن حزمؓ کے بارے میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ انھیں جو تقرر نامہ دیا گیا تھا اس میں دیگر ہدایات کے ساتھ یہ بھی درج تھا کہ وہ وہاں کے لوگوں کو خیر کی بشارت دیں، اچھے کاموں کی تلقین کریں، قرآن کی تعلیم دیں اور اس کی سمجھ ان میں پیدا

کریں۵۲۔ بقول ممتاز محقق ڈاکٹر حمید اللہ مرحوم ''کوئی تعجب نہیں کہ دیگر صوبہ جات میں بھی اس طرح کے افسر مامور کیے گئے ہوں''۵۳۔

تدریسی مضامین

جہاں تک عہد نبویؐ کے نظام تعلیم کے تحت پڑھائے جانے والے مضامین کا تعلق ہے، بلا شبہ ان میں قرآن و حدیث کو اولیت حاصل تھی۔ انفرادی و اجتماعی تعلیم کے نظام یا تعلیم دینے کے جتنے واقعات اس دور سے متعلق ملتے ہیں ان میں قرآن کی تعلیم کا ذکر جز و لازم کے طور پر ہوتا ہے اور یہ بات مردوں، عورتوں، بچوں اور غلاموں سب کی تعلیم کے ضمن میں قدر مشترک تھی۔ مساجد میں تعلیم کا جو نظام جاری ہوا اس میں قرآن کی تعلیم پر خاص توجہ دی جاتی تھی۔ صحابہ کے مذاکراتی حلقوں میں قرآن کے سمجھنے سمجھانے پر خاص زور دیا جاتا تھا۔ انفرادی درس گاہوں میں سب سے پہلے قرآن پڑھایا جاتا تھا۔ ہجرت سے قبل مدینہ میں اور ہجرت کے بعد بیرونی علاقوں میں جو معلمین بھیجے گئے وہ قاری یا مقری یعنی قرآن کے ماہر ہوتے تھے۔ وہ سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دیتے تھے۔ علم دین کی طلب میں دوسرے علاقوں سے آنے والے وفود کو سب سے پہلے قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ متعدد روایتوں میں عام تعلیم کے ضمن میں قرآن کے ساتھ حدیث کی تعلیم کا بھی ذکر ملتا ہے۔ وفد عبدالقیس کے لوگوں نے مدینہ میں اپنے قیام کے تجربات بیان کرتے ہوئے ذکر کیا کہ انصار ہمیں قرآن کریم اور سنت رسول ﷺ کی تعلیم دیتے تھے۵۴۔ نجران کے قبیلہ بنو حارث بن کعب کے اسلام لانے کے بعد حضرت خالد بن ولیدؓ نے وہاں قیام کر کے انھیں دین کی تعلیم دی۔ اس میں خاص طور سے اسلام، شرائعِ اسلام اور قرآن و سنت کی تعلیم کا ذکر ملتا ہے۵۵۔ بچوں کی تعلیم کے سلسلہ میں قرآن پڑھانے کے علاوہ ایک اور چیز کا تذکرہ ملتا ہے، وہ ہے لکھنے کی مشق کرانا۔ مختلف مساجد میں ابتدائی تعلیم کا جو نظام رائج تھا اس کے تحت اس کا خاص اہتمام کیا جاتا تھا۵۶۔ بعض احادیث سے بچوں کو نشانہ بازی اور پیرا کی سکھانے کی بھی ترغیب ملتی ہے۵۷۔

فنِ کتابت کی تعلیم

اس زمانہ کی عام تعلیم میں قرآن مجید، حدیث اور دین کے ضروری احکام کا علم بہم

پہنچانے کے علاوہ وقت کی ضرورت اور مستقل افادیت کے نقطۂ نظر سے جس فن کے سکھانے کا سب سے زیادہ اہتمام کیا جاتا تھا وہ کتابت کا فن تھا۔ یہ بات عام طور پر مشہور ہے کہ بعثت کے وقت مکہ میں ان لوگوں کی تعداد بیس سے بھی کم تھی جو لکھنا جانتے تھے۔ انفرادی ضرورت کے علاوہ اجتماعی امور کی انجام دہی (معاہدات، خطوط، سرکاری احکام و ہدایات لکھوانا اور مختلف چیزوں کا ریکارڈ تیار کرنا وغیرہ) کے لیے ایسے مسلمانوں کی ضرورت بڑھتی جارہی تھی جو لکھنے کے اہل ہوں۔ دوسرے یہ بات بھی اپنی جگہ مسلّم ہے کہ خود علم کے تحفظ اور اس کی اشاعت کا ایک بہت بڑا ذریعہ تحریر ہے۔ ایک صحابی نے حافظہ کی کم زوری کی وجہ سے سنی یا سیکھی ہوئی باتوں کو یاد نہ رکھ پانے کا شکوہ کیا تو آپؐ نے انھیں ہدایت دی کہ اپنے دائیں ہاتھ سے مدد لو۵۸۔ نازل شدہ قرآنی آیات اور احادیث نبویؐ کو تحریری صورت میں محفوظ رکھنے اور قرآنی ہدایت کے مطابق مالی معاملات کو ضبط تحریر میں لانے کے لیے بھی کاتبین کی ضرورت دن بہ دن بڑھتی جارہی تھی۔ آپؐ کی نظر میں وقت کی ضرورت کے تحت فن کتابت کی اہمیت و افادیت کا اندازہ اسیران بدر کے واقعہ سے لگایا جاسکتا ہے کہ ان میں جو رہائی کے لیے فدیہ کی رقم ادا کرنے سے قاصر تھے ان کا فدیہ آپؐ نے یہ قرار دیا کہ وہ انصار کے دس دس بچوں (غلمان) کو لکھنا سکھا دیں۔ خاص بات یہ کہ طبقاتِ ابن سعد میں مدینہ کے لوگوں میں اس فن سے واقف لوگوں کی ضرورت کی طرف یہ کہہ کر اشارہ بھی کردیا گیا ہے کہ مکہ کے لوگ لکھنا جانتے ہیں، جب کہ مدینہ کے لوگ نہیں جانتے۵۹۔ ان قیدیوں سے کتابت سیکھنے والوں میں حضرت زید بن ثابتؓ بھی تھے، جو کاتبین وحی میں سب سے زیادہ مشہور ہوئے۔

جو صحابہ کرامؓ دیگر حضرات کو کتابت سکھانے کی خدمت انجام دیتے تھے ان میں حضرت عبادہ بن صامتؓ، حضرت عبداللہ بن سعید بن العاصؓ، حضرت سعد بن عبادہؓ، حضرت زید بن ثابتؓ اور حضرت ابورافع مولیٰ حضرت عبداللہ بن عمرؓ معروف ہیں۔ صحابیات میں حضرت شفاء بنت عبداللہؓ اور حضرت ام درداءؓ اس فن کی ماہر تھیں اور وہ دوسروں کو لکھنا سکھاتی تھیں۔

عہد نبویؐ کی تعلیمی سرگرمیوں میں کتابت (یا لکھنا) کے سیکھنے سکھانے کا جو اہتمام پایا جاتا تھا اس سے واضح طور پر وقت کے تقاضے کے مطابق علم کی حفاظت، اشاعت و ترقی کے

ذرائع اختیار کرنے کی ترغیب وتشویق ملتی ہے۔ موجودہ دور میں علوم وفنون کو محفوظ رکھنے اور دوسروں تک منتقل کرنے کے لیے کمپیوٹر، انٹرنیٹ، ای میل کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے۔ وسیع پیمانہ پر معلومات بہم پہونچانے کے لیے دوسرے جدید ذرائع ابلاغ بھی اختیار کیے جاتے ہیں۔علم کی حفاظت واشاعت کے لیے بنیادی طور پر کتابت کی اہمیت وافادیت اپنی جگہ مسلم ہے، لیکن آج کے دور میں اس کے جو متبادل ذرائع رائج ہوگئے ہیں، ضروری ومفید کاموں کے لیے ان کے استعمال کا طریقہ سیکھنے کی ضرورت واہمیت سے کون انکار کرسکتا ہے۔

مختلف زبانیں سیکھنے کا اہتمام

تعلیم کے میدان میں نبی کریم ﷺ کے اسوۂ مبارکہ سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ انفرادی واجتماعی ضروریات کی تکمیل کے لیے ہمیں مختلف زبانیں سیکھنی چاہیے۔ یہ بات مستند روایتوں سے ثابت ہے کہ ضرورت کے تحت آپؐ نے صحابہ کو سریانی یا عبرانی زبان سیکھنے کی ترغیب دی۔ سب سے پہلے حضرت زید بن ثابتؓ کو باقاعدہ اس کی ہدایت فرمائی اور انھوں نے نہایت مختصر عرصہ میں اس زبان کو پڑھنا اور لکھنا سیکھ لیا، جیسا کہ خود انھوں نے اس واقعہ کو بیان کیا ہے۶۰۔ اس سلسلہ میں مختلف روایتوں میں حضرت زید بن ثابتؓ کو یہ زبان سیکھنے کی جو وجوہ آپؐ کی زبانی بیان کی گئی ہیں وہ یہ ہیں: ''میرے پاس بعض ایسے خطوط آتے ہیں کہ مجھے پسند نہیں کہ دوسرا اسے پڑھے، مجھے خطوط پڑھوانے کے معاملہ میں یہودیوں پر اطمینان نہیں رہتا۔ میں خطوط لکھواتا ہوں اور مجھے اندیشہ رہتا ہے کہ کہیں وہ اس میں کوئی تبدیلی نہ کردیں ۶۱۔ یہ زبان سیکھ کر حضرت زید بن ثابتؓ نے کس طرح اس ضرورت کی تکمیل کردی اسے وہ خود بیان کرتے ہیں کہ ''میں اس لائق ہوگیا تھا کہ موصولہ خطوط کا ترجمہ نبی کریم ﷺ کو پڑھ کر سناؤں اور آپؐ کی جانب سے خطوط لکھ کر یہود کو بھیجوں'' ۶۲۔ بعض مورخین کے بیان سے واضح ہوتا ہے کہ حضرت زید بن ثابتؓ عبرانی کے علاوہ قبطی، فارسی، رومی اور حبشی زبانوں سے بھی بخوبی واقف تھے اور یہ زبانیں انھوں نے ان غیر ملکیوں سے سیکھی تھی جو مختلف کاموں سے مدینہ آتے تھے۶۳۔ ان کے علاوہ حضرت عمر الفاروقؓ، حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ اور حضرت حنظلہ

بن الربیعؓ نے بھی عبرانی زبان سیکھی تھی۔ موخر الذکر حضرت زید بن ثابتؓ کی غیر موجودگی میں مکاتیب نبویؐ کی کتابت کی خدمت انجام دیتے تھے۶۴۔ حضرت ابوہریرہؓ کے بارے میں یہ شہادت ملتی ہے کہ وہ فارسی زبان سے اس حد تک واقف تھے کہ اس میں بات چیت کر لیتے تھے۶۵۔ حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے بارے میں یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ متعدد زبانیں جانتے تھے۔ ان کے پاس مختلف اقوام کے غلام تھے اور وہ ان سے انہی کی زبان میں گفتگو کرتے تھے۶۶۔ ظاہر ہے کہ انھوں نے یہ زبانیں انہی غلاموں یا غیر عرب لوگوں سے سیکھی ہوں گی۔ ان تمام روایتوں سے ثابت ہوتا ہے کہ عہد نبویؐ میں صحابہ کرام ضرورت کے تحت غیر عربی زبانیں سیکھتے تھے اور نبی کریم ﷺ اس کی ترغیب دیتے تھے۔

واقعہ یہ کہ بہت سی انفرادی و اجتماعی ضروریات کی تکمیل کے لیے مختلف زبانوں سے واقفیت ضروری ہے۔ موجودہ دور میں اسلامی عقاید و تعلیمات کی تشریح و ترجمانی، دینی علوم کا ارتقاء اور اسلام کی اشاعت کے لیے عربی، فارسی، اردو کے علاوہ انگریزی، دوسری یوروپین اور برصغیر کی مختلف علاقائی زبانوں سے واقفیت کی افادیت کافی بڑھ گئی ہے۔ حضور اکرم ﷺ نے ایک خاص اجتماعی ضرورت کے تحت عبرانی زبان سیکھنے پر زور دیا تو آج کے ماحول میں مختلف ملی ضروریات کی تکمیل کے لیے جدید مروجہ زبانوں میں مہارت حاصل کرنے کے معاملہ میں اس اسوۂ مبارکہ سے روشنی حاصل کرنی چاہیے۔

دیگر علوم کے اکتساب کی ترغیب

فن کتابت اور عبرانی زبان کے علاوہ بعض دیگر مفید علوم کے اکتساب کی ترغیب بھی عہد نبویؐ میں ملتی ہے۔ ان میں علم انساب، علم میراث، علم نجوم اور تیر اندازی شامل ہیں۔ ان میں سے بعض علوم کی افادیت بھی بیان کی گئی ہے۔ علم انساب کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپؐ نے فرمایا کہ ''اس سے تم آپس میں رشتے جوڑتے ہو یا (دوسری روایت کے مطابق) اس سے تمھارے درمیان محبت بڑھے گی۶۷۔ ظاہر ہے کہ علم میراث سے ترکہ کی تقسیم کے حساب و کتاب میں آسانی ہوتی ہے۔ اس کے لیے علم ریاضی میں مہارت درکار ہوتی ہے۔ علم نجوم کے

بارے میں ارشاد ہوا کہ ''اس کے ذریعہ برّ و بحر میں راستہ معلوم کرنے میں آسانی ہوتی ہے'' ٦٨۔ تیراندازی کا تعلق دفاعی تیاری اور مخالفین کے حملہ سے حفاظت کے اہتمام سے ہے۔اسے سیکھنے کا بھی آپؐ نےحکم فرمایا٦٩۔

فنّی اختصاص

عہد نبویؐ کی تعلیمی سرگرمیوں کے سلسلہ میں ایک اوراہم بات کا ذکر ضروری معلوم ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ کسی فن میں اختصاص یا (Specialization) حاصل کرنے کی داغ بیل اس عہد مبارک میں پڑ چکی تھی۔ اس کا ثبوت اس سے فراہم ہوتا ہے کہ صحابہ کرام میں مختلف علوم کے ماہرین دستیاب تھےاور نبی کریمﷺ ان کی نشان دہی فرما کران سے استفادہ کرنے کی ہدایت دیتے تھے، مثلاً صحیح بخاری کی روایت کےمطابق آپؐ نے فرمایا کہ'' جسے قرآنی علوم حاصل کرنے ہوں وہ ان چارحضرات سے رجوع کریں: حضرت عبداللہ بن مسعودؓ، حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت معاذ بن جبلؓ اورحضرت سالم مولیٰ ابوحذیفہؓ'' ۷۰۔ اسی طرح ایک دوسری روایت میں آپؐ کا یہ قول نقل کیا گیا ہے کہ'' حضرت زید بن ثابتؓ علم میراث، حضرت ابی بن کعبؓ تجوید وقراءت اورحضرت معاذ بن جبلؓ حلال وحرام کےاحکام کے ماہر ہیں''۷۱۔ علم انساب کے ماہرین میں حضرت ابوبکرؓ کا ذکر ملتا ہے۔آپؐ نے ایک بارحضرت حسان بن ثابتؓ سے فرمایا تھا کہ اگر ''انھیں قریش کےنسب کے بارے میں معلومات درکار ہوں تو وہ اس کے لیے حضرت ابوبکرؓ سے رجوع کریں'' ۷۲۔

اُس زمانہ میں اہل عرب میں فنی اختصاص کےارتقاء کا ثبوت اس سےبھی ملتا ہے کہ مختلف علوم کے ماہرین کے لیےمخصوص القاب مستعمل تھے۔قرآن کریم کے ماہر قاری یا مقری کہلاتے تھے، حضرت مصعب بن عمیرؓ مقری کے لقب سے مشہور ہوئے۷۳۔ کتابت میں مہارت رکھنے والے'الکاتب' کہلاتے تھے، حضرت عبداللہ بن سعید بن عاصؓ کے لیے یہ لقب استعمال ہوا ہے۷۴۔ 'الکامل' اس شخص کو کہا جاتا تھا جوکاتب ہونے کے ساتھ تیراندازی و پیراکی میں بھی مہارت رکھتا ہو۔ حضرت سعد بن عبادہؓ اورحضرت رافع بن مالک زرقیؓ کا شمار کاملین

میں ہوتا تھا۵ے۔ 'علامہ' کی اصطلاح کی نسبت سے ایک دلچسپ روایت یہ بیان کی جاتی ہے کہ ایک دفعہ حضور اکرم ﷺ مسجد نبوی میں تشریف لے گئے۔ وہاں دیکھا کہ لوگ ایک شخص کے پاس جمع ہیں۔ دریافت فرمایا کہ کیا بات ہے؟ صحابہ نے جواب دیا کہ ایک علامہ شخص آیا ہے۔ آپؐ نے پوچھا کہ اس سے کیا مراد ہے؟ صحابہ نے واضح کیا کہ یہ شخص ایام عرب، عربیت، اشعار اور انساب کا عالم ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ علم مضر نہیں ہے۶ے۔

اس میں شبہ نہیں کہ جدید دور میں فنی اختصاص کی طلب کافی بڑھ گئی ہے اور اس کے حصول کا طریقہ کافی ترقی کر گیا ہے، لیکن اس طریقۂ تعلیم کو جدید دور کی دین کہنا صحیح نہ ہوگا۔ اسلامی تاریخ کے اولین دور میں اس کے نشو و نما کی مثالیں ملتی ہیں، جیسا کہ عہد نبویؐ کی تعلیمی سرگرمیوں کے واقعات شاہد ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ اس باب میں عہد زریں کے رہ نما خطوط کو پیش نظر رکھا جائے اور اس طریقۂ تعلیم کو مزید مستحکم کیا جائے۔ جدید دور کے مطالبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ملت میں مختلف علوم وفنون کے ماہرین پیدا ہوں، جو اسلام کی موثر ترجمانی اور ملی فلاح و بہبود کے مختلف کام بحسن وخوبی انجام دے سکیں۔

تعلیم کا مذاکراتی طریقہ

نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں تعلیم کا ایک اور طریقہ رائج تھا۔ اسے مذاکراتی یا حلقہ جاتی طریقہ کہا جا سکتا ہے۔ صحابۂ کرام مسجد نبویؐ میں حلقہ بنا کر بیٹھ جاتے اور انھوں نے نبی کریم ﷺ سے قرآن وحدیث کی جو تعلیم حاصل کی اس کا مذاکرہ کرتے اور ایک دوسرے کی معلومات سے فائدہ اٹھاتے۔ بعض دفعہ ایک شخص مجلس میں قرآنی آیات یا احادیث پڑھ کر سناتا اور دوسرے بہ غور سنتے۔ اس طرح وہ اپنے علم کو تازہ بہ تازہ کرتے رہتے تھے۔ یہ حلقۂ تعلیم مسجد نبوی میں مسلسل جاری رہتا۔ ایک حلقہ اپنا مذاکرہ موقوف کر دیتا تو دوسرا یہ سلسلہ شروع کر دیتا۔ بعض اوقات مذاکرے کی ایک ساتھ کئی کئی مجلسیں جاری رہتیں۔ قرآن وحدیث کے علم کے فروغ کے لیے یہ منہج درس بہت مفید ثابت ہوتا تھا۔ نبی کریم ﷺ اس طرح کی مجالسِ مذاکرہ کو پسند کرتے تھے اور بعض اوقات ان میں شریک ہو کر شرکاءِ مجلس کی حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

ایک روایت میں حضرت رافع بن خدیجؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم لوگ مسجد نبوی میں ایک مجلس میں بیٹھے حدیث کا مذاکرہ کررہے تھے، اسی دوران حضور اکرم ﷺ تشریف لائے اور دریافت کیا: تم لوگ کیا کررہے ہو؟ ہم نے عرض کیا: جو کچھ آپ سے سنا ہے اسی کا مذاکرہ کررہے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: بہتر ہے کہ تم حدیث یاد کر کے دوسروں سے بیان کیا کرو[۷]۔ اس روایت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اس طرح کی مجالس سے مقصود نبی کریم ﷺ سے سنی ہوئی احادیث کا مراجعہ و مذاکرہ ہوتا تھا، تا کہ وہ یاد رہیں اور دوسروں سے انھیں بیان کرنے میں آسانی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کا طریقۂ تعلیم وتربیت

تعلیم وتربیت کے لیے معلم انسانیت ﷺ نے جو منہج اختیار کیا وہ بھی بہت اہمیت رکھتا ہے۔ آپؐ کی تعلیم وتربیت کا سلسلہ اٹھتے، بیٹھتے، چلتے پھرتے، مسجد و مسکن مبارک، صحابہ کے مکانات اور ازواجِ مطہرات کے حجرات، سفر وحضر، ہر وقت اور ہر جگہ جاری رہتا تھا، لیکن عام تعلیم و تذکیر کے لیے آپؐ نے بعض اوقات خاص کر رکھے تھے، تا کہ لوگ باخبر رہیں اور زیادہ سے زیادہ آپ سے مستفیض ہوسکیں۔ بالعموم نماز فجر کے بعد آپؐ کے درس وارشاد کا فیض جاری رہتا تھا، لیکن بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر نماز کے بعد آپؐ کچھ دیر مسجد میں قیام فرماتے اور تعلیم و تذکیر کی مجلس منعقد ہوجاتی۔ عورتوں کی تعلیم کے لیے آپ کے مقررہ دن کی روایت بہت مشہور ہے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلیم کے لیے کچھ اوقات متعین رہیں تو شایقین علم کو استفادہ میں آسانی ہوگی اور زیادہ سے زیادہ لوگ فیض یاب ہوسکیں گے۔

نبی کریم ﷺ نہایت سکون و اطمینان کے ساتھ تعلیم دیتے تھے۔ آپؐ ایسی سادہ زبان اور آسان اسلوب اختیار کرتے کہ بدوی وشہری، ان پڑھ اور پڑھے لکھے، بچے، جوان اور بوڑھے سب آپ کے ارشادات کو سمجھ لیتے۔ آپؐ ہر بات کو تین بار دہراتے، تا کہ حاضرین اچھی طرح سن لیں اور سمجھ کر ذہن نشین کرلیں[۸]۔ باتوں کو مثالوں سے سمجھانا آپؐ کا پسندیدہ طریقۂ تعلیم رہا ہے۔ خاص طور سے اہم باتوں کی تعلیم دیتے وقت آپؐ مثالیں پیش کرتے، تا کہ زیر بحث نکتہ بآسانی سمجھ میں آجائے اور سامعین کے دل و دماغ میں نقش ہوجائے۔ اس

سے متعلق بے شمار روایتیں کتب احادیث میں محفوظ ہیں۔ مثلاً ایک موقع پر اہل ایمان میں باہمی اتحاد و اتفاق اور محبت و ہمدردی کی اہمیت واضح کرنے کے لیے آپؐ نے یہ مثال بیان فرمائی کہ ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کے مثل ہے، جس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوطی دیتا ہے، پھر آپؐ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر دکھایا۷۹۔ موجودہ دور میں پڑھاتے ہوئے مثالوں کے ذریعہ باتوں کو واضح کرنا اور طلبہ کو سمجھانا معمول بہ بن چکا ہے۔

تعلیم دیتے وقت آپؐ سوال و جواب کے ذریعہ بھی افہام و تفہیم کا طریقہ اختیار فرماتے تھے۔ آپؐ صحابۂ کرام کو سوال کی ترغیب دیتے تھے۔ ایک مجلس میں آپؐ نے فرمایا کہ ”تم میں سے کسی کو کسی معاملہ یا بات میں کوئی اشکال ہو تو مجھ سے پوچھ لیا کرے“۸۰۔ صحابۂ کرام بلا تکلف آپؐ سے سوالات کر لیتے تھے۔ حضرت زیاد بن لبیدؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ نبی کریم ﷺ نے ایک فتنہ (یا خوف ناک چیز) کا ذکر کیا اور فرمایا کہ ایسا اس وقت ہوگا کہ علم دین مٹ جائے گا۔ اس پر میں نے دریافت کیا کہ علم دین کیوں کر مٹ جائے گا؟ جب کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور اپنے بچوں کو پڑھاتے ہیں اور پھر ہماری اولاد اپنی اولاد کو پڑھائے گی (اور یہ سلسلہ چلتا رہے گا) یہ سن کر آپؐ نے فرمایا: ”اے زیاد، میں تمھیں مدینہ والوں میں سب سے زیادہ سوجھ بوجھ والا سمجھتا تھا۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہود و نصاریٰ تورات و انجیل کی کتنی تلاوت کرتے ہیں، لیکن ان کی تعلیمات پر کچھ بھی عمل نہیں کرتے“۸۱۔ اگر کوئی شخص کسی بات کو سمجھنے کے لیے اس سے متعلق سوال در سوال کرتا تو آپ ناراضی ظاہر کیے بغیر اس کے جوابات عنایت فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر مسلمان پر صدقہ ادا کرنا واجب ہے۔ دریافت کیا گیا کہ اگر اس کے پاس صدقہ کے لیے کچھ نہ ہو تو وہ کیا کرے؟ آپؐ نے فرمایا: کام کرے، اپنے کو نفع پہنچائے اور اسی کمائی سے صدقہ بھی کرے۔ سوال کرنے والے نے پھر معلوم کیا کہ اگر اس کے پاس اس کی بھی طاقت نہ ہو؟ آپؐ نے فرمایا: کسی پریشان حال حاجت مند کی مدد کرے۔ پوچھا گیا: اگر وہ یہ بھی نہ کر سکے؟ آپؐ نے فرمایا: اچھی باتوں کا حکم دے۔ پھر سوال کیا گیا: اگر اس سے یہ بھی نہ ہو سکے؟ آپؐ نے فرمایا: برائی سے بچا رہے۔ (یعنی دوسروں کو نقصان پہنچانے سے باز

رہے) یہ بھی صدقہ ہے۸۲۔ ساتھ ہی روایات سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ لایعنی اور غیرضروری سوالات کو ناپسند فرماتے تھے اور اس پر خفگی کا اظہار فرماتے تھے۸۳۔

بعض اوقات نبی کریمﷺ کسی بات کی طرف خصوصی توجہ دلانے یا کسی دینی و اخلاقی تعلیم کی اہمیت واضح کرنے کے لیے صحابہ سے خود سوال فرمایا کرتے تھے۔ اس وقت صحابہ کبھی اپنی فہم کے مطابق جواب دیتے اور کبھی کہتے کہ اللہ اور اس کے رسولﷺ زیادہ بہتر جانتے ہیں۔ بعض دفعہ وہ غور وفکر کرتے اور پھر آپؐ سے جواب کے خواہاں ہوتے۔ ان کے مطالبے پر آپؐ انھیں اپنے جواب سے نوازتے۔ ایک دفعہ حقوق العباد کی اہمیت اجاگر کرنے کے لیے آپؐ نے پوچھا: جانتے ہو مفلس کون ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: جس کے پاس کچھ بھی مال نہ ہو۔ آپؐ نے فرمایا: ''میری امت کا مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن اللہ کے سامنے نماز، روزہ وزکوٰۃ کی نیکیوں کے ساتھ آئے گا، لیکن اسی کے ساتھ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر بے جا الزام لگایا ہوگا، کسی کا مال چھینا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا پیٹا ہوگا۔ ایسے شخص کی ساری نیکیاں مظلوموں کے درمیان تقسیم کردی جائیں گی، یہاں تک کہ اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی، مگر کچھ لوگوں کے حقوق باقی رہ جائیں گے تو باقی ماندہ مظلوموں کے گناہ اس شخص کے حساب میں جمع کر دیے جائیں گے اور اسے جہنم میں جھونک دیا جائے گا''۸۴۔ ایک مرتبہ آپؐ نے سوال کیا: کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کیا ہے؟ صحابہ نے جواب دیا: اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: تمھارا اپنے بھائی کے بارے میں اس کے پیٹھ پیچھے ایسی بات کہنا جس کو وہ ناپسند کرے، یہ غیبت ہے۔ صحابہ نے پوچھا: اے اللہ کے رسول! اگر وہ چیز اس میں ہو؟ آپؐ نے فرمایا: یہی تو غیبت ہے، اگر اس میں وہ چیز نہیں ہے تو وہ بہتان ہے۸۵۔

اوپر کی تفصیلات سے رسول اللہﷺ کی تعلیم سے دل چسپی، اس کے فروغ کی کوشش، اس کے نظام تعلیم، انواع تعلیم، مراکز تعلیم، طریقۂ تعلیم، مضامین درس اور منہج تدریس اور دورِ حاضر میں مختلف پہلوؤں سے اس کی معنویت واضح ہوتی ہے۔

حواشی ومراجع

۱۔ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب ماجاء فی فضل الفقه علی العبادة (الکلمة الحکمة ضآلّة المومن فحیث وجدها فهو احق بها) علامہ البانی نے اسے ضعیف جداً قرار دیا ہے۔

۲۔ علی بن ابی بکر الہیثمی، مجمع الزوائد ومنبع الفوائد، مطبع الانصار، دہلی ۱۳۰۸ھ، ص ۴۸

۳۔ سنن ابن ماجه، کتاب السنة (مقدمه)، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم

۴۔ سنن ابن ماجه، باب فضل العلماء والحث علی طلب العلم، (طلب العلم فریضة علی کلم مسلم)

۵۔ جامع ترمذی، ابواب البر والصلة، باب ما جاء فی ادب الولد (علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)

۶۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تعلیم الرجل امته و اهله

۷۔ مجمع الزوائد، محولہ بالا، ص ۷، علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، معارف پریس، اعظم گڑھ، ۲۰۰۳ء، ۲/ ۱۷۸-۱۷۹

۸۔ محمد عبدالمعبود، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، فرید بک ڈپو، نئی دہلی، ۲۰۰۴ء، ص ۳۸، ۷۹

۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، دارصادر، بیروت، ۱۹۶۰ء، ۱/ ۲۱۸

۱۰۔ صحیح بخاری، کتاب الصلوٰة، باب امامة العبد والمولی

۱۱۔ جامع بیان العلم وفضله، ص ۲۴۴

۱۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی القصص (علامہ البانی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے)

۱۳۔ علی بن حسام الدین المتقی، منتخب کنز العمال، داراحیاء التراث العربی، بیروت، ۱۹۹۰ء، ۳/ ۵۶۲

۱۴۔ مجمع الزوائد، ص ۶۵

۱۵۔ قاضی اطہر مبارک پوری، خیرالقرون کی درس گاہیں، شیخ الہند اکیڈمی دیوبند، ۱۹۹۶ء، ص ۲۸-۳۰، ۱۴۶، ۲۱۴

۱۶۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مقدم النبی ﷺ وأصحابه المدینة

۱۷۔ خیرالقرون کی درس گاہیں، ص ۱۵۰-۱۵۱، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص ۱۱۶-۱۱۸

۱۸۔ مسند احمد بن حنبل، المطبعة المیمنیة، مصر، ۱۳۱۳ھ، ۶/ ۳/ ۷، شمس الدین الذہبی، تذکرة الحفاظ، دائرة المعارف العثمانیة، حیدرآباد، ۱۹۵۵ء، ۱/ ۲۷-۲۸، سید سلیمان ندوی، سیرۃ عائشہؓ، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۶۸ء، ص ۱۷۲-۱۷۶، ۲۶۸-۲۷۷

۱۹۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب التناوب فی العلم

۲۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاجارة، باب کسب المعلم

۲۱۔ ابن الاثیر، اسد الغابة فی معرفة الصحابة، المطبعة الاسلامیة، طهران، ۱۲۸۳ھ، ۳/ ۱۷۵، ابن حجر العسقلانی، الاصابة فی تمییز الصحابة، مطبعة مصطفیٰ محمد، مصر، ۱۹۳۹ء، ۲/ ۲۷

۲۲۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرة النبیؐ، ۲/ ۹۷، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص ۵۶

۲۳۔ عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص ۳۸

۲۴۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبویؐ کا نظام تعلیم، نقوش رسول نمبر (لاہور)، جنوری ۱۹۸۳ء، ۴/ ۱۲۵

۲۵۔ طبقات ابن سعد، دار صادر، بیروت، ۱۹۵۷ء، ۲/ ۲۲

۲۶۔ عبدالرؤف ظفر، اسوۂ کامل ﷺ، نشریات، لاہور، ۲۰۰۹ء، ص ۵۰۱

۲۷۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الحیاء فی العلم

۲۸۔ یحییٰ بن شرف النووی، ریاض الصالحین، دار المامون للتراث، دمشق (بدون تاریخ)، ص ۱۷۵

۲۹۔ سنن ابن ماجه (مقدمه)، باب الایمان

۳۰۔ طبقات بن سعد، ۱/ ۳۲۳، خیر القرون کی درس گاہیں، ص ۵۳-۵۶

۳۱۔ مسند احمد بن حنبل، دار المعارف، مصر، ۱۹۴۹ء، ۱/ ۳۷۹، ۴۶۶

۳۲۔ طبقات ابن سعد، ۱/ ۳۳۶، خیر القرون کی درس گاہیں، ص ۵۵-۵۶

۳۳۔ مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۱۸۶

۳۴۔ جامع ترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ما جاء فی نفقة علی البنات، سنن ابن ماجة، ابواب الادب، باب بر الوالد والاحسان بالبنات، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی فضل من عال یتامی

۳۵۔ صحیح مسلم، کتاب المناقب، باب مناقب عائشة

۳۶۔ سنن ابی داؤد، کتاب الطب، باب فی الرقی

۳۷۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب هل یجعل للنساء یوم علی حدة فی العلم، باب الحیاء فی العلم

۳۸۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرة النبیؐ، ۲/ ۱۸۱-۱۸۲، خیر القرون کی درس گاہیں، ص ۶۱

۳۹۔ احمد بن یحییٰ البلاذری، فتوح البلدان، محولہ بالا، ص ۲۶۱-۲۶۲

۴۰۔ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب تحریض النبی ﷺ وفد عبدالقیس علیٰ ان یحفظوا الایمان والعلم ویخبروا من ورائهم، مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۴۳۲، ۴۳۶

۴۱۔ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمة الناس والبهائم، سنن دارمی، کتاب الصلاة، باب من احق بالامامة

۴۲۔ ان وفود کے افراد کی تعلیم و تربیت اور ان کے قیام و طعام کی تفصیلات کے بارے میں دیکھیے:
علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ۲/ ۲۹-۴۲، خیر القرون کی درس گاہیں، ص۹۳-۹۷

۴۳۔ جامع ترمذی، باب ماجاء فی الاستیصاء لمن یطلب العلم

۴۴۔ سنن ابوداؤد، کتاب الاجارۃ، باب کسب المعلم

۴۵۔ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مقدم النبی ﷺ و اصحابہ المدینۃ، ابن ہشام، سیرۃ النبیؐ، دار الفکر، القاہرۃ، ۱۹۳۷ء، ۲/۴۲، طبقات ابن سعد، ۱/۲۲۰، ۳/ ۱۱۷

۴۶۔ طبقات ابن سعد، ۳/ ۱۱۸

۴۷۔ المستدرک علی الصحیحین، ابو عبداللہ الحاکم، دائرۃ المعارف، حیدر آباد، ۱۳۴۱ھ

۴۸۔ عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص۶۱

۴۹۔ حوالہ مذکور، ص۶۱

۵۰۔ علامہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبیؐ، ۱/ ۴۲۸

۵۱۔ عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص۶۰، ۱۲۱

۵۲۔ ابن ہشام، سیرۃ النبیؐ، ۴/ ۲۶۵

۵۳۔ ڈاکٹر حمید اللہ، عہد نبویؐ کا نظام تعلیم، نقوش رسول نمبر، ۴/ ۱۲۶

۵۴۔ مسند احمد بن حنبل، ۳/ ۴۳۲

۵۵۔ طبقات ابن سعد، ۱/ ۳۳۹

۵۶۔ عبد المعبود، عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص۹۷

۵۷۔ ڈاکٹر حمید اللہ، محولہ بالا، ۴/ ۱۲۵

۵۸۔ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب فی الرخصۃ فی کتابۃ العلم

۵۹۔ طبقات ابن سعد، ۲/ ۲۲ (وکان اهل مکة یکتبون واهل المدینة لایکتبون)

۶۰۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب روایۃ حدیث اهل الکتاب، مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۱۸۶

۶۱۔ مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۱۸۶، سید رشید احمد ارشد، عہد نبوی میں نظام تعلیم، نقوش رسول نمبر، ۴/ ۱۳۸

۶۲۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب روایۃ حدیث اهل الکتاب، مسند احمد بن حنبل، ۵/ ۱۸۶

۶۳۔ علی بن حسین المسعودی، التنبیہ والاشراف، مکتبہ خیاط، بیروت، ۱۹۶۵ء، ص۲۸۳

۶۴۔ حوالہ مذکور، ص۲۸۳

۶۵۔ الاصابۃ فی تمییز الصحابۃ، ۴/ ۲۰۷، شاہ معین الدین ندوی، مہاجرین، مطبع معارف، اعظم گڑھ، ۱۹۵۲ء، ۲/ ۶۱

۶۶ مستدرک حاکم، ۳/۵۴۹

۶۷ جامع ترمذی، ابواب البر و الصلة، باب ماجاء فی تعلیم النسب، مستدرک حاکم، ۱/۸۹، ۱۶۱

۶۸ عہد نبویؐ میں نظام تعلیم، ص۳۱-۳۲، بحوالہ امام سیوطی، جمع الجوامع، ۱/۴۷۵

۶۹ حوالہ مذکور، ص۳۲ بحوالہ جمع الجوامع، ۱/ ۴۷۵ (تعلّموا الرمی و القرآن)

۷۰ صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب مناقب عبدالله بن مسعودؓ، صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب من فضائل عبدالله بن مسعودؓ

۷۱ ابن عساکر، التاریخ الکبیر، مطبعۃ روضۃ الشام، ۱۳۳۲ھ، ۵/ ۴۴۵،

۷۲ صحیح مسلم، کتاب فضائل الصحابة، باب فضائل حسان بن ثابتؓ، عبدالکریم بن محمد السمعانی، الانساب، دائرہ المعارف العثمانیۃ، حیدرآباد، ۱۹۶۲ء، ۱/ ۸-۹

۷۳ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب فی القصص، سیرۃ ابن ھشام، ۲/۴۲

۷۴ اسدالغابة فی معرفة الصحابة، ۳/۱۷۵

۷۵ الاصابة فی تمییز الصحابة، ۲/ ۲۷

۷۶ السمعانی، الانساب، ۱/۹

۷۷ خیرالقرون کی درس گاہیں، ص۳۷

۷۸ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب من اعاد الحدیث ثلاثا لیفهم، سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب تکریر الحدیث

۷۹ جامع ترمذی، باب ماجاء فی شفقة المسلم

۸۰ خیرالقرون کی درس گاہیں، ص۶۶ بحوالہ محمد بن محمد، جمع الفوائد، ۱/ ۴۸

۸۱ جامع ترمذی، ابواب العلم، باب فی ذهاب العلم، سنن ابن ماجه، ابواب الفتن، باب ذهاب القرآن والعلم

۸۲ امام بخاری، الادب المفرد، المطبعۃ السلفیۃ، القاہرۃ، ۱۳۸۷ھ، ۱/ ۳۱۶-۳۱۷، ۴۰۴-۴۰۵

۸۳ صحیح بخاری، کتاب العلم، باب الغضب فی الموعظة والتعلیم اذا رأی مایکره

۸۴ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الظلم

۸۵ صحیح مسلم، کتاب البر والصلة والآداب، باب تحریم الغیبة، سنن ابوداؤد، کتاب الادب، باب فی الغیبة

☆☆☆